حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور تصنیف

انفاس العارفین

مترجم

علامہ حکیم محمد اصغر اظہر فاروقی

ناشر
نوری بک ڈپو داتا دربار ○ لاہور

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

انفاس العارفین

نوری بک ڈپو لاہور

انفاس العارفین

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

تقدیم

راجہ رشید محمود ایم اے ماہر مضمون اردو
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ

ترتیب و ترجمہ

حضرت علامہ حکیم محمد اصغر اطہر فاروقی مد ظلہ العالی

نوری بک ڈپو۔ لاہور

ناشر و تاجر
نوری بک ڈپو لاہور

آر۔ آر پرنٹرز لاہور

مرکزی دفتر: معصوم منزل۔ اسلام گنج۔ لاہور
مرکز فروخت: بازار داتا صاحب۔ لاہور

سبب کیوں ہے۔ فرمایا وجہ یہ ہے کہ بعض ممنوعہ امور کا مرتکب ہوتا ہوں اور اتباع سنت میں سستی کر جاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میرے ساتھ ربط کی وجہ سے شرع کے راستے سے تمہارے قدم ڈگمگا جائیں لیکن مجلس میں فیض کے کسی قسم کا دریغ نہیں ہوگا میں نے عرض کیا جس سے آپ فرمائیں بیعت ہو جاؤں۔ فرمایا اگر شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے کوئی ہو تو بہت مناسب ہے کیونکہ وہ شریعت کی پابندی، ترکِ دنیا اور تہذیب نفس میں اونچا مقام رکھتے ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں میں نے عرض کیا ہمارے پڑوس میں آپ کے خلفاء میں سے عبداللہ قیام پذیر ہیں، فرمایا، غنیمت ہیں ان سے تعلق کر لینا چاہیئے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باوجودیکہ ان پر علیحدگی اور تنہائی کا غلبہ تھا پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے بیعت قبول فرمالی۔ اس کے بعد خواجہ خرد اور سید عبداللہ دونوں کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور فیض صحبت حاصل کرتا رہا۔

قانونِ فطرت

فرماتے تھے کہ شغل اسم ذات جو میں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ کا مجھ پر غلبہ تھا اور اس سے مجھے بڑی لذت حاصل ہوتی اور میں نفی و اثبات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کرتا تو لذت حاصل نہیں ہوتی تھی۔ اس وجہ سے میں بہت شرمندہ تھا میں نے سید عبداللہ سے اس کے علاج کی درخواست کی۔ آپ نے چند مرتبہ توجہ فرمائی۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ فرمایا وہ چیز جو انبیاء کے انفاس طیبہ سے مستحکم ہوتی ہو ہم اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہو اس کا علاج وہاں سے ہوگا۔ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی تو مجھ پر نفی و اثبات کا شغل جاری ہوگیا اور میرے لئے بہت آسان ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس عمر میں ایک سانس میں دوسو بار کہتا اور کسی طالب میں میں نے ایسا جذب و کشش باوجود تحصیل علم اور دوسرے موانع کے نہیں دیکھا۔

ذکر حضرت حافظ سید عبداللہ قدس سرہٗ۔

حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ سید عبداللہ دراصل قصبہ کھڑی کے رہنے والے

تھے جو بارہر کے نواح میں واقع ہے۔ ان کے والد نے کھیڑی کو وطن بنالیا تھا کم عمری میں ہی ان کے والدین فوت ہو گئے تھے۔ ان کے دل میں اسی وقت سے خدا طلبی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ جگہ جگہ اولیاء اللہ کی تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ پنجاب کے ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچے جو علم قرأت میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ اور صحرا کی ایک مسجد میں اپنا وقت گذار رہا تھا۔ لوگوں کے میل جول اور آمد و رفت سے فارغ انتہائی متوکل تھا۔ سید صاحب ان کی خدمت میں رہ کر راہ حق طلب کرنے لگے۔ انھوں نے سید صاحب سے فرمایا۔ تمہاری تلقین و ہدایت ایک دوسرے بزرگ سے وابستہ ہے۔ جہاں تم انشاء اللہ ضرور پہنچو گے۔ البتہ حفظ قرآن کی نعمت مجھ سے حاصل کیجئے۔ چنانچہ سید صاحب اسی جنگل میں مدت تک ٹھہرے رہے اور قرآن حفظ کیا۔ ان کے فیض صحبت سے گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کے آداب سیکھے اور نفس و شیطان کی کج رویوں سے کنارہ کشی کے انداز سیکھے۔

سماعت قرآن کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

فرماتے تھے ایک روز وہ بزرگ اور حضرت سید عبداللہ صاحب دونوں قرآن مجید کا دور کر رہے تھے۔ کہ کچھ لوگ عرب صورت سبز پوش گروہ در گروہ ظاہر ہوئے۔ ان کے سردار نے مسجد کے قریب کھڑے ہو کر ان قاریوں کی قرأت کو سنا اور کہا۔ "بارک اللہ ادیت حق القرآن" اور مراجعت فرمائی ان عزیزوں کی عادت تھی کہ قرآن مجید پڑھتے وقت آنکھیں بند کر لیتے تھے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے جب سورہ ختم کر لی تو سید عبداللہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ تھے ان کی ہیبت سے میرا دل کانپ اٹھا لیکن قرآن مجید کے احترام کی وجہ سے میں کھڑا نہیں ہوا۔ سید عبداللہ نے کہا کہ اس اس قسم کے لوگ تھے جب ان کا سردار پہنچا تو میں بیٹھا نہ رہ سکا۔ میں نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی۔ اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور آدمی اسی وضع کا آیا اور کہا۔ گذشتہ رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے اور اس حافظ کی جو اس جنگل میں ٹھہرا ہوا ہے تعریف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ علی الصبح میں اس سے ملوں گا اور اس کی قرأت سنوں گا۔ آپ تشریف لائے تھے یا نہیں اور اگر تشریف لائے تھے تو

کہاں گئے۔ ان دونوں نے جب یہ بات سُنی تو دائیں بائیں بھاگے لیکن کوئی نشان نہ ملا۔ راقم الحروف کا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مدت دراز تک اس جنگل سے خوشبو آتی تھی۔

مجاہدۂ نفس

فرماتے تھے جب میں حفظ قرآن سے فارغ ہو گیا۔ انہوں نے اجازت دے دی کہ جہاں کہیں صاحب ولایت ہو اس کی خدمت میں چلے جاؤ اور پوری کوشش سے اس کی خدمت کرو۔ وہ پھرتے پھراتے سامانہ میں شیخ ادریس سامانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور وہ متوکل تھے۔ آمد و رفت کا دروازہ بند کئے ہوئے تھے۔ بڑی مشکل سے گزارہ کرتے تھے اور سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ پہلی مرتبہ جب ان سے درخواست کی گئی تو انہوں نے فرمایا فقراء بہت ہیں کسی کے پاس چلے جاؤ۔ میرے پاس تو صرف وہی شخص ٹھہر سکتا ہے جو خورد و نوش اور خلق کی آمیزش سے پورے طور پر منقطع ہو چکا ہو۔ اور حاجت ضروریہ کے بغیر میرے دروازے سے باہر قدم نہ رکھے۔ حضرت حافظ نے یہ تمام شرائط قبول کر لیں اور ان کی خدمت میں راہ سلوک طے کرنے لگے۔ اور مردوں کے آئین کے مطابق اس اختیاری موت پر صابر بلکہ خوش تھے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے شیخ کی توجہ ان کی طرف بہت ہو گئی۔ اسی اثناء میں شیخ کا لڑکا ان سے قرآن مجید حفظ کرنے لگا۔ اس اعتبار سے شیخ کی توجہ اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور وہ بھی شیخ کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ حضرت حافظ فرماتے تھے ان دنوں میری عادت تھی کہ استنجا کے ڈھیلے فقراء کے لئے پتھر سے صاف کرتا تھا۔ ایک روز اس چیز کو دیکھتے ہوئے مجھ میں عجب اور سرور پیدا ہوا۔ شیخ کو اس بات کا علم ہو گیا۔ فرمایا میرے چہرہ اور جسم پر تم تبدیلی دیکھتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ انہوں نے فرمایا۔ ابتدائے سلوک میں ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچا۔ استنجا کے ڈھیلوں کو اپنے چہرہ اور جسم پر رگڑ کر صاف کرتا تھا جس سے مجھے بڑا مزہ آتا یہ ان ہی زخموں کے نشان ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ان دنوں میری عادت تھی کہ میں شیخ اور انکے گھر والوں کے کپڑے پنج شنبہ کے روز نہر پہ لے جاتا اور اپنے ہاتھوں سے دھوتا تھا تاکہ جمعہ کی نماز میں دھلے ہوئے سفید کپڑے زیب تن کریں۔ ایک پنجشنبہ کے روز میں فاقہ سے تھا حسب دستور کپڑے

نہر پر لے گیا اور لوگوں سے الگ ایک جگہ کپڑے دھونے میں مصروف ہوا۔ جب دھوپ تیز ہو گئی بھوک اور پیاس نے غلبہ کیا تو میں بے ہوش ہو گیا۔ اس وقت ایک برقع پوش آدمی میرے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے اٹھایا اور برقعہ کے نیچے سے گرم روٹی نکال کر مجھے دی اور فرمایا۔ کیا تو نے نہیں پڑھا۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔ میں ڈرا کہ شیطان نہ ہو جو مجھے دھوکا دے رہا ہو۔ میں نے اس کے ہاتھ سے روٹی نہ لی۔ اسے میرے اس خیال کا علم ہو گیا۔ اس نے کہا یہ خیال مت کرو۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی میرا اندیشہ جاتا رہا۔ میں نے روٹی لے کر پیٹ بھر کر کھائی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نہر کا پانی گرم ہے۔ کاش ٹھنڈا پانی یہاں ہوتا جسے میں پیتا۔ وہ میرے اس خیال سے بھی مطلع ہوا۔ برقعہ کے نیچے سے ٹھنڈے پانی کا پیالہ نکالا۔ اور مجھے دیا میں نے ٹھنڈا پانی سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد کپڑے دھو کر شیخ کی خدمت میں لایا مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید خضر کے ہاتھ سے تم نے روٹی لے لی۔ محمدیوں کو خضر کا احسان نہیں اٹھانا چاہیئے۔

بے خودی

فرماتے تھے ایک مرتبہ خواجہ ادریس اپنے حجرہ میں خدا تعالیٰ کی یاد میں مستغرق تھے۔ گھر والوں کی عادت تھی کہ ہر سال اس مکان میں جانوروں کے لئے گھاس پھوس وغیرہ ذخیرہ کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً اس وقت بھوسہ وغیرہ ڈالنا شروع کیا۔ انہیں شیخ کی مصروفیت کا علم نہیں تھا۔ شیخ بھی انتہائی عالم استغراق میں تھے انہیں بھی کوئی احساس نہ ہوا۔ انہوں نے اس حجرہ کو بھر کر اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو انھوں نے شیخ کو تلاش کیا مسجد میں تلاش کیا۔ نہ ملے۔ آنے جانے والے سے پوچھا کوئی خبر نہ ملی۔ وہ مایوس ہو کر تلاش چھوڑ بیٹھے۔ چھ ماہ بعد جانوروں کے چارہ کی انہیں ضرورت ہوئی حجرہ کا دروازہ کھول کر گھاس وغیرہ کو باہر نکالا۔ آخر کار نکالنے والے کا ہاتھ شیخ پر پڑا۔ وہ چونکنا ہوا کہ یہاں کوئی آدمی ہے۔ جب انھوں نے اچھی طرح دیکھا تو شیخ کو پہچان لیا۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ اس وقت شیخ کو بھی افاقہ ہوا۔ ان کو نہ تو درازی مدت کی کوئی خبر تھی اور نہ ہی ان کے جسم پر نہ کھانے کا کوئی اثر تھا اور یہ عجیب واقعات میں سے ہے۔ واللہ اعلم۔

راستہ کی الجھن

سننے میں آیا ہے کہ شیخ بزرگوار حضرت احمد سرہندی کے کمالات مشہور ہوئے۔ شیخ ادریس نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ میں